اینجانب

لاچار کوئی روزہ نہ کھائے تو کیا کرے

وجھی کچھ ہوئی۔ رمضان شریف بھی تشریف لائے تو ان دنوں میں جبکہ کال مارے لوگ بھوک پیاس اور بیماری سے سوکھ ساکھ کے چھوارا ہوگئے۔ نہ بدن میں جان رہی۔ نہ ہاتھ پاؤں میں سکت۔ نہ گھوڑ دوا بر کام کاج۔ حضرت کی مدارات اس سے پہلے سے اور ٹھاٹ کے زمانہ میں کوئی ایسی مشکل نہیں۔ اس نے تو آجکل پر مثل پوری کردی۔ کہ مرے کو مارے شاہ مدار۔ ان کو رکھے تو کوئی کیونکر رکھے۔ یہ خشکی جھاڑ دے بھوکوں میں آکر ہی پچ سے پچھے۔ کہ بھوکے لوگ انہی کو کھانے کے لئے تیار ہوگئے۔ دلی میں جہاں چہل پہل اور رونق کے لئے اور میلے تماشے اور ہنگامے ہوا کرتے ہیں۔ وہاں رمضان شریف میں ایک روزہ کشائی بھی ہوا کرتی تھی۔ اور ہر سال رمضان شریف کے مہینہ میں روزہ کشائی کے بہانہ سے کھانے پینے گھروں میں ایک رونق ہوجایا کرتی تھی۔ بعض جگہ غربا کی کھانے سے بھی مدارات کی جاتی تھی۔ اسی کا یہ ہی سبب تھا کہ سستے سمے تھے۔ افطاری کی ساری چیزوں سے دھڑی بکا کرتی تھیں۔ صرف شربت کی چھٹانک تخم ریحان ہی ادھی کی پاؤ بھر آجاتی تھی۔ جو کم سے کم مہینہ بھر کو کافی ہوتی تھی۔ لیکن حضرت وہ کے ہی اب اللہ کے کوسوں پیچھے گئے۔ اب کوئی رمضان شریف کی مدارات کرے تو کس چیز سے۔ اور کس طرح۔ کھانے پینے کی جو چیز ہے اس کو آگ لگی ہوئی ہے۔ صرف ایک شخص کے لئے کم سے کم روپیہ بارہ آنے میں کچھ تھوڑی سی روزہ کشائی تیار ہوسکتی ہے۔ اور پھر اس پر طرہ یہ ہے کہ ایک چیز ہے۔ تو دو چیزیں نہیں۔ اور پھر اتنی کہ روزہ دار جھرکتا ہی رہ جائے۔ نہ نیت بھرے نہ پیٹ۔ حضرت ایسے ڈنڈے نادرشاہی ہاتھ مارتے اور صدی کرتی تو ذہر ہے کہ افطاری تیار کرنا ہم تم کا تو کیا ذکر ہے رئیسوں کے بس کا بھی نہ رہا۔ جو رئیس تیسوں دن افطاری کا خوان لگا کے محلے کی مسجد میں روزہ داروں کے لئے بھیجا کرتے تھے۔ اب وہ ایک دن بھی کسا اکر کے نہیں بھیج سکتے۔ خدا جانے ان کھانے پینے رئیسوں کی کیوں ٹھیک نکل گئی۔ کیا انکے گھر میں دانہ دڑے نہیں۔ یا انکے من بانٹے سوتے روزگار نہیں۔

اب سے کئی برس پہلے ہر سال چند ڈلم رئیسوں کے ہاں نام گنانے کے لئے نام جانے کو نہیں بلکہ بڑے پیمانہ روزہ کشائی بڑے انتظام سے ہوا کرتی تھی۔ اور ایک ایک ڈھوری میں ہر ایک کے سامنے افطاری ڈھائی پانچ روپے کے قریب قریب ہوتی تھی۔ کہ کچھ کھائے اور کچھ باندھ لے جائے۔ سینکڑوں بے روزہ دار بھی پانچوں سوار بن کے دھنس جاتے اور ایک ڈھوری یا طشتری روزہ کشائی کی رڑا ہی لاتے تھے۔ مگر اب وہ رئیس بھی اپنے دم کو سادھ بیٹھے۔ اور قبرستان میں جا سوئے۔ ہاں بزرگوں کی لکیر پیٹنے کا بعض گھرانوں میں اب بھی شوق چرّایا رہتا ہے۔ تو اس ہوکے لوگا ذکر یاد کرنے کی یہ تدبیر انھوں نے نکالی ہے کہ دو چار بھائی بھتیجے بیٹے داماد سالے بہنوئی کو اس طرح۔۔۔ کہ کسی نوکر کو بھی کانوں کان خبر نہ ہونے دیتے ہیں اور چپکے ہی چپکے روزہ کشائی کا ایسی جگہ رکھ رکھا کرتے ہیں کہ جہاں پرندہ بھی نہ مار سکے یعنی دیوانخانہ اور بیٹھکوں کو قفل لگا دانہ مکان کے کونے کے پچھلے کمرہ میں بلی کے گو کی طرح چھپا کے افطاری بھجوا دیتے۔ اور چاروں پانچوں رہ ہر مار کر لیتے ہیں۔ ممکن نہیں۔ کہ نوکر چاکر کے منہ میں بھی کوئی دانہ پڑ جائے۔ حضرت یہ نئی روشنی کے رسیا ہیں۔ ہزار حیلہ کرتے ہیں مگر نئی آمدنی اپنے ہی عیش و عشرت کے لئے کافی نہیں ہوتی۔ بزرگوں کی لکیر پیٹنے کو اتنا کہاں سے لائیں جو سب کا منہ جھٹال دیں۔ کیونکہ اب تنگی کا پہرہ ہے۔ حضرت یہ لوگ ایک کا منہ تو اب بھی شاید کھانے سے بھر سکتے ہونگے۔ مگر اپنے بڑوں کی طرح سات پانچ کا خاک سے بھی نہیں بھر سکتے۔ حضرت لوگ یوں بھی تو کہا کرتے تھے۔ کہ تونگری بدل است نہ بمال کیا ان لوگوں کا دل کو آنے گیا نہیں حضرت گیا تو نہیں ہے گیا۔ ہے تو انہیں کے جسم میں۔ مگر اس دل کو انہوں نے ادھر ہی کا نوں کے لئے لگا رکھا ہے۔ اور یہ خدائی کام خدائی کے دکھانے کو دبے دبائے بے دلی سے کیا کرتے ہیں۔ ع

مخل و عفو تو تادیر رہے گی قائم
سکہ ایسے ابھی لی کے چلے آتے ہیں

(دلی پنچ اڈیٹر دہلوی)

یاران ہم قالب

شیخ چاند زمانہ کی ہما ہمی نے ایسے رنگ دکھا دیئے ہیں کہ یار لوگوں کو سب وقت کی جا بجی بھی نہ رہی بجز عنت نہ آسکی۔ شب برات کی تیاریوں اور سیروں میں رہنے کیجئے۔ اگر مہر بانی اندر چیز بیلنے سے محروم رہ جاتے تو کسی نہ کسی طرح ہیا ضرورت ہی سے طبیعت خوش کر لیا کرتے۔ سوائے کالے بادل ہاتھ دھوکے سیکھے پڑھنے کے دام لیجئے نہ دیا۔ ہاں کچھ آتشبازی بے وزن ہو گئی رہ ہو گیا چین نہ گیا۔ معاملہ ہی کم کم ہو گیا۔ لوگوں میں [illegible] یاراں سے وہ سرور و سودی بھی کیونکر سنتے بیدار کر سکے وہ قدم بڑھ کے شیلا نٹی کی داد دیں اور اللہ دل میں پاؤں کی وہ مسرت ہو جائے۔ دیکھا دیکھا گیا آم کا سایہ کی دھوپ نہ ہوا۔ بدقسمتی سے اس وقت کوئی لڑائی بھی نہیں ہوتی۔ مگر شہروں میں امتحان ہی تو ہے سر کی جان [illegible] لوگوں کو شب برات کا مزہ آجاتا۔ چشم حسینان کے کہنے سے کبھی کبھی قدر دل پر قبضہ رہنے کی غرض سے صبر و شکیب کی دعا [illegible] جاتے ہیں مسرور بیچارے سے ساخت سکے نہیں لوبانی ہے۔ آواز کتنا ہی سست باہم بچارے بھی نہیں ہوسکتے کہ چھٹ بازی ہی جمع کر سکتے وہ ہر سے میت کھال ہو چاند والے حیثیت بازی کو۔ انھی کی کب ہوسکتے ہیں ان کو تو حلوے مانڈے ہی میں رسا ملتا ہے۔ ان کا ترین ہے

میٹھا قطعہ

دوست قطعہ نے جو کل برات بنا یا حلوا۔ وہ کیا کہوں میں سے کہیں [illegible] کھا یا حلوا
دعنا ملک کی لطافت سے ہو یہ کہ لطف۔ وہ پری زاد ہر سے آگے جو لایا حلوا
کثرت شوق سے بیٹھے تو پہچانہ رہا۔ ہاتھ دھوکر کے دہیں بیج جایا حلوا
انگلیاں گھی سے تر ہو گئیں سب کی یہیں سے کھانے کو جو پایا حلوا
دم کو جو لطف ملا غیر کو کب حاصل تھا۔ خوب بھا تا ہے دلبر یا حلوا
دوست احباب جو گھر پر تھا مرا تو گھر پر بیس سے ہر ایک کو کھاتے چکھا یا حلوا
سب نے کھا یا ہوئے مخلوط تو کہا تجھ [illegible] بتا تو نے کہاں سے یہ پایا حلوا
بیٹے گر کلا یا یہی ہجران سے [illegible] میری خاطر سے دلبر نے بنا یا حلوا
یار سب ہو گئے بل [illegible] امید ہے محنت حق جس نے بنا یا حلوا

شب برات کے تذکرہ میں فی الحال روکن
خاطر شیخ بہادر سے لا یا حلوا

اگر کسی دوست جس نے دکھنے کی کوشش کی کہ ایک گودہ سینک سا الگ سے چھوڑا ہو مزہ دبنا شت بھی دو بار چھوٹ گیا۔ تو دہ ایسے مردہ سے دل دہاں ہیں کہ کچھ تعجب ہی نہیں آتا یا یوں سمجھتے ہیں کہ کیوں بھی کیا چھوٹ گیا۔ کیا کسی صاحب بہادر کا فقرہ نسلوں میں صاحب کو ہاکسٹ ٹھیک دیتا ہے کی حالت میں تعجب کیا [illegible] مجرم ہو۔ مختار بڑے سے دو سے چھوٹ گیا یہ کسی مجرمی کا تھیلی چھوٹ گیا۔ احوال ولا قوۃ۔ ایسے آدمیوں سے تو سرسری محلوں کی پناہ۔ یا الٰہی آپ کی وسعت خیال بہی کہ سر پلا ہو کو رکھ سے کہ دھوپ سے وہ بڑ منظور ہے شکر بیچو دل بک کا بھی رعایت مشکوک ہو جاتے یہ نہ کہنا کہ مجھے صاحب ہیں سے بھی استغفار ہی نکالی ہے کہ دو لوگ بنا دو فرض ہو تے اور یوں وزن چھوڑ سکے

فرد فرد رفتہ چھوڑ دوں ملیوں شیخ بہادر ہے اجازت۔ مہوش کے چھپ شر ہوں تو چھوڑ دوں۔ بسم اللہ۔ واضح باد کہ وزن و بست میں دو الگ وزنا ہیں ان کو دیکھئے

شب برات کل میں نے انار اس طرح پر چھوڑے
شر شر شر شر شر شر۔ سٹر ر شر شر۔ سٹر ر شر شر
پھر فدا جدا بس کے میں نے ایک چھوٹی سی پوں چھوڑائی
فر فر فر فر فر فر فر۔ فسر ر فر فر۔ فسر ر فر فر
پٹاخے بعد ازاں بہم چھوڑا سکے میں نے دس بارہ
پھٹا پھٹ پھٹ۔ پھٹا پھٹ پھٹ۔ پھٹا پھٹ پھٹ پھٹا پھٹ

آگے آیت دنیا و اسمان ہی جلت گیا۔ جی تو بہت چاہو گی تو مرغل چاند والے آتشبازی کے نزدیک نہیں ٹھہرتے ہو سکتے وہ خوب سمجھتے ہیں کہ اگر آتشبازی کے ہمارے سے اندر آگ تیز لگی۔ تو تو لو بہا لی تو خیر شکل مبارک ہی کو اپنی نامناسبت کی قدر دماغیت معلوم ہو جائے گی۔ اور نہ جانے ابھی دو حضرت شیخ۔ اچھا اب بندہ رخصت

ع پھر ملیں گے اگر خدا لایا

سارا شہر سا پھول ہیں یا ہیروں میں اٹھا۔ کانوں میں بھرتا۔ اور تعویذ بھی بچا۔ دن مہر انوکھی۔ ایک کا نیا نقشہ

نوٹ حضرت دو پیارے مستند ہی دیکھئے تب د ماشتول ہے۔ [illegible]

جو دل جلاتی ہے کس غضب کی فریاد
ہے کر رہا کوئی شاید بخار کی فریاد

ابھی حضرت مولانا ٹیچ تشریف ہی لائے تھے کہ حضرت بخار مدظلہ نے بجوانی ورا گھیلا دیا ہے۔ وقت گھبرا دیا ہے ۔ ستیرے دار ۔ ابھی تھوڑے نہ چھوڑے غیر دشمنوں کے پاس یہاں تو ان کا چین اور رات کی نیند حرام ہو رہی ہے۔ ابھی بیڑیوں لیں آخر کیا ہوا - جی ہاں تو یہ تعقید کا تھا۔ اس سال ناقابل برداشت بارش نے اس شہر کو کیا کم پریشان کر رکھا تھا کہ جیسے دوست اس سال بارش اور بجلی واقعی ہو رہی ہے اور غضب ڈھایا - یہ حضرت قبلہ بخار خان کی تشریف آوری کا قول آن پہنچا ۔ نہ صرف آن ہی پہنچا ۔ بلکہ آنجناب کا دست شفقت جس پر بیں ہر غلط کی طرح تمام شہر اطراف و جوانب پر جاری ہو گیا۔ ادنیٰ و اعلیٰ پیر و جوان اس چشمہ فیض سے مستفیض ہونے لگے - کوئی گلی کوچہ کوئی گھر اب نہ چھوٹا ۔ جس میں سے ہو کے اسد آف تو ہر کسی میں آن ہی ہو۔ پھر ایک مصیبت ہو تو بچنے بھی جاسکے دور سر بخار ۔ تشنج ۔ کبھی ایسا سہ ہے ۔ اچھا تھنی ۔ غرض خبر نہیں کہ اچھا خاصا مجموعہ عمر بنا دیا ۔ یہ تو کہا ہو گا کر آتے ہیں اور بلا مان لی جاتی ہے کا کر دیے تھا ۔ یہ سواری آن پہنچی ۔ جلے چلے آدمی بر سے کی تولی بولے ۔ دیتے الو نشہ کے پکنے سے باہر نکلے ۔ اس سے یہ ستو کتنے ۔ ایک تو بخار ۔ دوسرے دو تو ہی دکھ تھا۔ اب میعیت کی علامات سے اور بھی اب سب ہواس جاتے رہے ۔ ایک کو دوسرے کی خبر نہیں ۔ جل تو جلال تو ۔ آئی بلا کو ٹال تو ۔ غرض خدا خدا کر کے میعیت نے تو اہل شہر کے حال پر رحم کیا ۔ آ حضرت بخار ابھی اپنی شرارت سے باز نہیں آئے ۔ ہم سمجھتے تھے ۔ کہ شاید امسال ہم پر رحم کیا ۔ مگر توبہ ! تشریف ورنہ ہو سکے گا ۔ دولت پر مزاج پرسی کر کے آن موجود ہوئے ۔ پھر ستائے آخر عنایت آ ۔ انشراح لو سے کرانا پڑا۔ اب کچھ کچھ افاقہ کی شکل نظر آتی ہی ہے جنو سیدہ بودا کے واسطے بخیر کی غرا مشہور بھی اس بلا سے نجات دے۔ اور یہاں خوب یاد آیا بخار کی حالت میں جو دماغ شریف پر گرانی سوار ہوئی ۔ تو ایک غزل بھی لکھ ڈالی ہے سنئے ۔

تازہ غزل

بخار آ کر رہا ہے یہ ہر وقت دریپے ہے
دیا کھو ڈالے مجھے اس سے یہ ظالم بری شے ہے
غضب وہ دن میں جاری ہو گیا سارا زمانہ پر
اسی کا ہر طرف غل ہے ۔ اسی کی ہر طرف ہے ہے
اسی کا شور فریاد ہر گلی کوچہ میں جاری ہے
کوئی کہتا ہے ۔ آف ۔ تو بہ ۔ کوئی چلا رہا ہے ہے
ابھی اس پر بلا ہے اور نازل آ کے میعیت ہاں
کسی کو دست نے گھیرا ۔ کوئی بولا مجھے قے ہے
خدا محفوظ رکھے کار سے خاں سے کہ وہ سرکی
نظر جس پہ پڑی اس کا تو بس قصہ ہی پورا ہے
بچا جو کوئی میعیت تو اس کو ضعف نے گھیرا
کہ آ ۔ اٹھتے ۔ بیٹھتے ۔ چلتے ۔ د تکلیف ہو گئی ۔ رات سے ہے
دو گر مجھ کا اثر کرو یاد و چار ہی دن میں
علاج ہو کچھ ر تو بیٹا نیچ ۔ بیماری بڑی ستے ہے
ول قمر نار سر کار سے بڑا کچھ ر دہوی

بیڑا پار ہے ۔ بیڑا پار ہے ۔ بیڑا پار ہے

ابھی یہ کیا کہ دیا آپ نے تو نہیں ہوتے ہو یہ دریا ہے نہ سمندر اور آپ ہیں کہ بیڑے ہی کی ہانک لگائے جاتے ہیں۔ ذرا ہوش میں آ کر بات کیا کیجئے حضرت ! آپ کا اس میں کیا اجارہ ہے ۔ ہم آپ کے منہ سے تو نہیں کہتے ۔ لو پھر کہتے ہیں ۔ بیڑا پار ہے ۔ بیڑا پار ہے ۔ بیڑا پار ہے اور ہاں ۔ دیوانہ پن کی باتیں چھوڑ دو کون سی مصیبت ہے ۔ کونسا دریا ہے ناپید اکنار ہے ۔ کس بحر فکر میں غوطہ کھا رہے ہو ۔ کیوں بار بار بیڑا پار ہے بیڑا پار ہے رٹ رہے ہو ۔ اب نے کہا تو ٹھیک نہ ہوگا ۔ مرد خدا ! مصیبت پڑنے پر تم بیڑا ندیں اٹکانے سے تم ۔ یہاں دریا نے خیال روانی پر ہے ۔ مہربانی فرما کر یہاں سے سرک جائیے ورنہ کہیں ایسا نہ ہو کہ آپ بھی کھٹ پٹ سے ہیں آ ۔ ہم اپنے منہ سے ہزار بار کہیں گے تم سن نہیں سکتے ۔ تو کانوں میں انگلیاں دے لو ۔ لیکن اگر یہ پا سکتے ہو

کرا ایجناب چپ ہوں تو بیکار ہے دار دکا مضمون ہے۔ ہماری گھگی بندھی
بند ہو جائے۔ تو ہو جائے۔ مگر ایجناب کی زبان نہیں بند ہو سکتی۔ تو
پھر سہی (خوب چلائیے) بیڑا پار ہے۔ بیڑا پار ہے۔ بیڑا پار ہے۔ اے
حضت۔ اگر دریا بے زخار بھی ہوتا۔ تو بیڑا پار ہو گیا ہوتا۔ مگر واہ رے
آپ کا بیڑا کہ پار ہی نہیں ہوتا۔ اب خدا ہی پار کرے۔ ابھی بیڑا پار کر دو
خدا تمہارا۔ اے تم کیوں دخل معقول کرتے ہو۔ نہیں جانتے کہ ہم ہیں
میاں گرو گھنٹال۔ ہماری باتیں ہوتی ہیں ذرا پیچیدہ۔ تو جناب للہ
ذرا اس پیچیدگی کو بھی ظاہر کیجئے۔ ارمیاں کچھ نہیں خواجہ خضر علیہ الرحمۃ
کا خیال آ گیا تھا۔ بس کہہ دیا واہ صاحب واہ۔ کیا کہنا ہے خدا ہی
حافظ ہے آپ کے دیوانہ پن کا۔ خیال تو آیا۔ خواجہ خضر کا۔ اور میاں
پار ہونے لگا بیڑا۔ حضت آپ بھی ہیں بالکل دھن کی پکی پوری والوں
میں سے الو کی دم فاختہ ہیں۔ بس ایجناب کے منہ سے کوئی بات
نکلی نہیں۔ کہ جھٹ آپ نے دھر لیا۔ ابی وہ خواجہ خضر نہیں۔ جو لوگوں
کو راستہ بتاتے ہیں۔ بلکہ یہ تہوار ہے۔ جس میں بڑی دھوم ہوتی ہے
ذرا ایجناب کی باتیں سمجھنے کو دماغ چاہیئے۔ تو یہ نہ کہئے۔ جناب
اب میں سمجھا۔ مہربانی فرما کے اب ذرا مفصل حالات سے مطلع کیجئے
اچھا لیجئے۔ کان پوچھ بچھا کے دوزانو ہو بیٹھئے۔ یہ تہوار اکثر مقاموں میں
ہوتا ہے۔ جہاں ہوتا ہے وہاں بڑی دھوم ہوتی ہے۔ روٹ پکایا
جاتا ہے۔ اُئیں۔ جناب کیا اخروٹ پکایا جاتا ہے۔ نہیں جی تم بھی نرے
پھلون ہو۔ اخروٹ بھی کہیں پکایا جاتا ہے۔ روٹ یعنی گیہوں کی موٹی
موٹی چپاتیاں پکا کے اس پر گھی اور میٹھا لگا دیتے ہیں۔ وہی روٹ کہلاتا
ہے۔ ہاں تو تیسرے پہر سے ہر گھر میں بڑی چہل پہل رہتی ہے۔ دیئے بھی
پکائی جاتی ہیں۔ پھونس کے چھوٹے چھوٹے بیڑے بھی تیار کئے جاتے
ہیں۔ ان پر پھول ڈالے جاتے۔ پھر الغرض شام کے وقت بڑے بڑے
برتنوں میں رکھ کر دریا یا تالاب کے کنارے لے جاتے ہیں۔ یہ
سین بھی قابل دید ہوتا ہے۔ دیکھئے اس سال تو ہم نے ڈٹ کے دیکھا
ہے اور سچ پوچھئے تو اسی لئے دیکھا بھی ہے کہ سچ کو خواجہ خضر کی سیر
دکھا دیں گے۔ تو کوئی گھی کے چراغ بیڑوں میں جلا رہا ہے۔ اور کوئی
گلاب سے پانی بھر رہا ہے۔ کوئی گھنٹہ لگا کر گل بنفشہ بناتا ہے۔ یار
بس کچھ نہیں پرستان کا سماں بھی نظر آتا ہے۔ سرخ۔ سبز۔ زرد
ابرک۔ پنی۔ سبھی یہاں موجود رہتی ہیں۔ بیڑے میں وہ روٹ وغیرہ
رکھ دیا جاتا ہے۔ اور لوگ حلقہ باندھ کر کھڑے ہوتے ہیں۔ کسی فاتحہ
خوان کی تقدیر جاگتی ہے اور وہ خواجہ خضر کی فاتحہ دے کے اپنا حصہ بنا
لیتے ہیں۔ بندہ پرور ذرا زبان کو روک کر یہ تو بتائیے کہ خواجہ خضر
کے نام فاتحہ کیونکر جائز ہے۔ ابھی تو بیچارے خواجہ خضر علیہ السلام
بیٹھے گا قبر بھی جیتے موجود ہیں۔ ارمیاں کہہ تو دیا کہ ہم ایسا ہم۔ ہماری ایسی
سمجھنے کو دماغ بھی پختہ کا چاہیئے۔ اول تو آج کل کے نئی روشنی والے
علما نے یہ ثابت کیا ہے کہ ہر ہر زمانہ میں ایک ایک خضر ہوتے ہیں
تو نہیں گزشتہ خضر کی فاتحہ ہوتی ہوگی۔ اور اگر وہ زندہ ہیں تو پھر
چہ غم۔ خود ہی آ کر کھا پکا لیتے ہوں گے۔ آیا خیال شریف میں اسکے بعد پھر
جو کچھ دیا جلا کے اپنا اپنا بیڑا لوگ پانی میں بہاتے ہیں۔ اس وقت
تو کچھ اور ہی مزا آتا ہے۔ بیڑوں اور چراغ کا عکس آدمیوں کے عکس
کے ساتھ مل کر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ دریائی مانس بھی خواجہ خضر کو بیڑا
چڑھانے آئے ہیں۔ اور پھر جب بیڑے چراغ سمیت پانی میں بہے
چلے جاتے ہیں۔ تو میاں سچ اگر تم دیکھو بازار تو لوٹ لگ جاؤ۔ لڑکے
جو تماشائی ہوتے ہیں۔ بڑی سریلی آواز سے گاتے ہیں۔ بیڑا پار ہے بیڑا
پار ہے اور علی ہذا القیاس پانی کی مچھلیاں بھی اس لطف کو دیکھ کر کہتی
ہوں گی بیڑا پار ہے بیڑا پار ہے۔ بس اتنی سی بات تھی۔ جو ایجناب
کو یاد آ گئی تھی۔ اور دل سے بے ساختہ کہہ اٹھا تھا۔ بیڑا پار ہے۔ اچھا
تو رخصت۔ لیکن بیٹھے بٹھائے پھر کہتے چلیں۔ بیڑا پار ہے۔ بیڑا پار ہے

الراقم۔ احسن اللہ بیگ۔ ضلع اعظم گڈھ

سید محمد یوسف قیصر

نہ کچھ بلبل کو ڈر گل کے بکھر جانے کا ٭ نہ کوئی موقع ہے اسکو یہاں اجڑ جانے کا
یہ کچھ ایسا باد خزاں نے چمن کو برباد کیا ٭ کہ نام تک نہیں بلبل کے آشیانے کا
عدو کے سامنے پامال کر کے چھوڑ دیا ٭ اٹھایا لطف یہ کچھ ہم نے دل لگانے کا
یہ خیال نہ جاہ و زر نہ غذائے جہاں ٭ وہ سیر ذات سے کچھ ہے کوئی آب و دانے کا
ذرا سی بات پہ یوں بگڑ گئے تو ہے ٭ یہ کوئی بات ہے روٹھ کے منہ بنانے کا
قیصر اس کو کچھ ہے جو جمع احباب
کا اعتبار ہی قیصر ہے کیا زمانے کا